حدیث اور سنت میں فرق

ازافادات:

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم	و	مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی

اس رسالہ میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم اور حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ کی تحریرات کا خلاصہ کہ: حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے؟ کو مختلف مثالوں سے آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس دور فتن میں سب ہی حضرات کے لئے اس کا مطالعہ انشاء اللہ بہت ہی مفید و نافع ہوگا۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوه والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه واهل بيته اجمعين ، اما بعد :

محض اللہ تعالی کے فضل وکرم سے طلبہ کی ایک مختصر سی جماعت کو’’ جلالین شریف‘ مشکوۃ شریف‘ طحاوی شریف‘ مسلم شریف‘ ترمذی شریف‘ بخاری شریف‘‘ وغیرہ عظیم کتابوں کے پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔کئی سالوں کی محنت کے بعد اس جماعت نے’’ بخاری شریف‘‘ کی آخری حدیث کے اختتام پر ایک جلسہ کا پروگرام بنایا تو استاذ محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی دامت برکاتہم (خلیفۂ مجاز محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ) کو دعوت دی کہ حضرت مولانا آخری حدیث کا درس دے کر ’’بخاری شریف‘‘ کی تکمیل فرمادیں ، چنانچہ مؤرخہ: ۱۷ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۷ رمئی ۲۰۱۳ء بروز پیر کو یہ بابرکت جلسہ منعقد ہوا،اس میں حضرت کے درس سے پہلے راقم نے’’ حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے‘‘اس موضوع پر تقریبا آدھ پون گھنٹہ بات کی،جلسہ کے بعد بہت حضرات نے اس کی پسندیدگی کا اظہار کیا اوراس کو رسالہ کی شکل میں ترتیب دینے پر زور دیا،بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ تو اردو میں ترتیب دے‘ ہم اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کریں گے،کہ اس موضوع کو آج کے اس دور پرفتن میں عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ان حضرات کے اصرار پر یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا گیا ہے۔

اس وقت ایک جماعت غلط فہمی یا ضد کی بنا پر فقہ سے متنفر ہوکر فقہاء امت سے نہ صرف بدظن ہورہی ہے بلکہ مجتہدین پر طعن وتشنیع کرکے اپنی عاقبت بھی خراب کررہی ہے۔انشاء

اللہ اس رسالہ کو خالی الذہن ہو کر پڑھے تو اس غلط فہمی سے نجات حاصل کر کے اہل سنت والجماعت سے اپنا دامن جوڑ کر دارین کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

یہ رسالہ درحقیقت دو بزرگوں کے مواعظ وتحریروں کا خلاصہ ہے: ایک حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند) اور مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ۔ راقم نے ان ہی کے علمی افادات کو چند مثالوں کے اضافے اور نئی ترتیب وعناوین سے مزین کر کے مرتب کیا ہے۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم کا مضمون ان کے ''بخاری شریف'' کے درسی افادات ''تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری'' جلد اول از ص: ۵۲/اور ان کے مواعظ ''علمی خطبات'' جلد اول ص: ۶۲/ میں شائع شدہ ہے۔ اور حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب رحمہ اللہ کا ایک وعظ اس موضوع پر ''حدیث اور سنت میں فرق'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ کی شکل میں مطبوعہ موجود ہے۔

اللہ تعالی اس حقیر خدمت کو شرف قبولیت سے نواز کر جس مقصد کے لئے اس کو جمع اور شائع کیا جا رہا ہے اس مقصد میں نافع اور کارآمد بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق جون ۲۰۱۳ء

بروز شنبہ

تقریظ از:

حضرۃ الاستاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادویل، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلّیا ومسلّما

''حدیث اورسنت میں فرق''۔ تالیف مولانا مرغوب احمد لاجپوری سلمہ

مقیم ڈیوزبری۔ یوکے

کتاب شروع سے آخر تک پڑھی۔ مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ اور مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔

امید ہے کہ اس سے غلط فہمی دور ہوگی اور غیر مقلدین جو لوگوں کو''حدیث'' کے لفظ سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی چال میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے، انشاء اللہ تعالی۔

مثالوں سے بات اور واضح ہوگئی، اب لوگ غیر مقلدین کو جواب دے کر خاموش کرسکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

فضل الرحمٰن اعظمی

آزادویل......جنوبی افریقہ

۱۸/شعبان ۱۴۳۴ھ ۲۷/جون ۲۰۱۳ء

اہل سنت والجماعت کی بنیاد کینہ پرنہیں

ایک دن حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ: آپ کی سنت کیا ہے؟ فرمایا:'' میری سنت یہ ہے کہ سینہ کنیہ سے پاک ہو''۔الحمد للہ ہم اہل سنت والجماعت کی ہزاروں خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ ہمارے مسلک کی بنیاد کینہ پرنہیں ہے۔ دنیا میں ایک قوم وہ ہے' جن کے دلوں میں انبیاء علیہم السلام سے بغض ہے،ایک فرقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن ہے، ایک جماعت فقہاء عظام سے متنفر ہے، ایک گروہ محدثین سے بیزار، ایک طبقہ کواولیاء اللہ سے حسد۔اللہ تعالی کا شکر ہے کہ ہمارے ایمان کی بنیاد ہی یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالی کے برگزیدہ اور معصوم بندے ہیں،صحابۂ کرام کے بارے میں ادنی کدورت ایمان سے محرومی کا سبب ہے،فقہاء عظام' محدثین امت اوراولیاء کی محبت سے ہمارے قلوب پُر ہیں اوران کے بارے میں بدزبانی اور بدکلامی سے ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے۔

محدث اورفقیہ میں فرق کی مثال

فقہاءاورمحدثین یہ دو جماعتیں ہیں،جنہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد دین کی عظیم ومثالی خدمت کی۔ان دو جماعتوں کے فرق کوایک آسان مثال سے سمجھئے! متکلم غصہ کے انداز میں کہے:''کیا بات ہے''؟ پھراسی جملے کوتعریف میں کہے، پھراسی جملے کوتعجب میں کہے۔دیکھئے! تینوں مرتبہ میں جملہ ایک ہے''کیا بات ہے'' مگرانداز اورلہجہ میں فرق ہے، اورلہجہ وانداز کے فرق کی وجہ سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہے۔کوئی آدمی اس جملہ ''کیا بات ہے'' کوکاغذ پرلکھ کرکسی کودے دےتو وہ کیا سمجھے گا،جس کے سامنے لب ولہجہ نہیں ہے،معلوم ہوا کہ کسی بات کوسمجھنے کے لئے صرف الفاظ کافی نہیں،اس کی بھی ضرورت

ہے کہ کس ماحول اور کس انداز میں وہ بات کہی گئی ہے۔

محدثین الفاظ شناس رسول اللہ ﷺ ہیں اور فقہاء مزاج شناس رسول اللہ ﷺ ہیں۔ محدثین نے آپ ﷺ کے الفاظ کی حفاظت واشاعت کا بیڑ ھا اٹھایا اور فقہاء نے ان الفاظ سے ہزاروں مسائل کا استنباط فرمایا۔

عادت اور ضرورت کے فرق کی مثال

حدیث اور سنت کا فرق سمجھنے سے پہلے ایک اور مثال بھی سمجھ لینی چاہئے کہ ایک ہے عادت، اور ایک ہے ضرورت۔ مثلاً ایک آدمی کی عادت ہے روزانہ فجر کے بعد ایک پارہ تلاوت کرنے کی، ایک دن وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے پوچھا کیا بات ہے آج آپ نے تلاوت نہیں کی؟ تو وہ کہتا ہے کہ: ایک دوست بیمار تھا سوچا کہ آج اس کی عیادت کرلوں، تلاوت بعد میں بھی کرسکتا ہوں۔ تو روزانہ صبح کو تلاوت کرنا عادت ہے اور عیادت عادت نہیں ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض افعال آپ ﷺ نے ضرورۃً کئے ہیں' وہ عادت اور سنت نہیں اور ہمیں سنت کی تابعداری کا حکم ہے، اس لئے کہ حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی، عادت والے کام بھی اور ضرورت والے کام بھی، تو جہاں حدیث میں دونوں باتیں جمع ہوجائیں تو ہمیں سنت کا اتباع کرنا ہوگا' حدیث کا نہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد چند الگ الگ عنوانات سے مختلف باتیں لکھی جاتی ہیں۔ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

حدیث کی تعریف

حدیث:……چار چیزوں کا نام ہے:

(۱)……آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا، وہ سب حدیثیں ہیں۔ جیسے: **انما الاعمال**

بالنیات۔یعنی تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہیں۔

(۲)......آپ ﷺ نے جو کام کیئے وہ حدیثیں ہیں۔جیسے: جب مسجد نبوی میں منبر رکھا گیا تو آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر نماز پڑھائی، سجدہ نیچے اتر کر کیا، پھر دوسری رکعت کے لئے منبر پر تشریف لے گئے، پھر سلام پھیرنے کے بعد ارشاد فرمایا: صلّوا کما رأیتُمُونی اُصلّی۔(تفصیل کے لئے دیکھئے! ص:۱۰۴)

(۳)......آپ ﷺ نے جن باتوں کو برقرار رکھا وہ بھی حدیث ہیں۔تقریر کے معنی ہے: تائید، یعنی کسی مسلمان نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا جس کو آپ ﷺ نے دیکھا مگر اس پر نکیر نہیں فرمائی، یہ تقریر ہوئی۔جیسے: ''بیع سلم'' کہ نبی ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں ''بیع سلم'' کا رواج تھا، ابھی کھجوروں پر پھول بھی نہیں آئے تھے کہ کھجوریں بیچ دیتے تھے، قیمت طے ہوجاتی، مدت طے ہوجاتی، تاجر اسی وقت قیمت ادا کردیتا اور باغ والا وقت مقررہ پر کھجوریں دیتا تھا، اس کو''بیع سلم'' کہتے ہیں۔شریعت کے اصول سے یہ بیع صحیح نہیں، کیونکہ مبیع کا وجود نہیں، صحت بیع کے لئے مبیع کا وجود ضروری ہے، اور مبیع: بائع کی ملکیت میں ہونا بھی ضروری ہے۔اور یہاں کھجوروں کی ''بیع سلم'' میں ابھی درختوں پر پھول بھی نہیں آئے، جب کھجور کا وجود نہیں تو ملکیت کا کیا سوال؟ اور جب ملکیت نہیں تو قبضہ کا کیا سوال؟ اس لئے شریعت کے اصول سے یہ بیع باطل ہے۔جب نبی ﷺ کے علم میں یہ بیع آئی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بیع سے منع نہیں کیا، بلکہ فرمایا:'' مَنْ اَسْلَمَ مِنْکُمْ فَلْیُسْلِمْ فِیْ کَیْلٍ مَعْلُوْمٍ اَوْ وَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ '' جب تم بیع سلم کرو تو تمام تفصیلات طے کرلو، پیمانہ یا وزن طے کرلو اور مدت بھی طے کرلو تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو، غرض حضور ﷺ نے شرائط تو بڑھائیں مگر

سلم سے منع نہیں کیا، پس یہ حدیث بن گئی، اس کا نام تقریر حدیث ہے۔

(۴)......نبی ﷺ کے صفات یعنی ذاتی حالات بھی حدیث ہیں، جیسے: نبی ﷺ کے بال ایسے تھے، دندان مبارک ایسے تھے، آپ ﷺ گفتگو اس طرح فرماتے، وغیر ذلک۔

(علمی خطبات ص۶۳ ج۱)

سنت کی تعریف

سنت: کا لفظ قرآن کریم میں بھی آیا ہے: ﴿ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلا ﴾ آپ اللہ کی سنت کو بدلتا ہوا نہیں پائیں گے۔

اور حدیثوں میں آیا ہے: جیسے: ''ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما، کتاب الله و سنة رسوله ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہوں گے، ایک: اللہ کی کتاب، دوسری: میری سنت۔ اور فقہ میں بھی لفظ سنت آتا ہے، مگر تینوں جگہ معنی الگ الگ ہے۔

قرآن کریم میں سنت کے معنی ہے، اللہ تعالی نے کائنات میں جو صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں اور جن کی وجہ سے اسباب سے مسببات وجود میں آتے ہیں ان ودیعت کردہ صلاحیتوں سے مسببات کے وجود میں آنے کا نام اللہ کی سنت ہے، جیسے اللہ تعالی نے آگ میں جلانے کی صلاحیت وقابلیت ودیعت فرمائی، چنانچہ آگ اپنا کام کرتی ہے، اسی کا نام اللہ تعالی کی سنت ہے۔

اور فقہ میں جو احکام ہیں: فرض' واجب' سنت' مستحب اور مباح۔ ان میں سنت کا تیسرا درجہ ہے اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی، اس خاص درجے کے جو احکام ہیں وہ سنت کہلاتے ہیں۔ پھر سنت کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔

اورحدیثوں میں سنت کے معنی ہیں: ’’اَلطَّرِیقة المَسلُوکة فی الدّین‘‘ دینی راہ: یعنی وہ راستہ جس پر مسلمانوں کو چلنا ہے۔

حدیث اورسنت میں نسبت

حدیث اورسنت نہ تو دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں یعنی دونوں میں تباین کی نسبت نہیں ہے، اورنہ دونوں ایک ہیں، یعنی دونوں میں تساوی کی نسبت بھی نہیں ہے، بلکہ عام و خاص من وجہٍ کی نسبت ہے، اور جہاں یہ نسبت ہوتی ہے وہاں تین مادّے ہوتے ہیں، دو افتراقی اورایک اجتماعی، جیسے سفید اور حیوان میں من وجہٍ کی نسبت ہے، اور مادہ افتراقی سفید کپڑا اور کالی بھینس ہیں، اول صرف سفید ہے اور ثانی صرف حیوان، اور سفید بیل مادہ افتراقی ہے وہ سفید بھی ہے اور حیوان بھی۔ حدیث اورسنت کے درمیان بھی یہی نسبت ہے، اس لئے کبھی حدیث الگ ہوجاتی ہے، وہ سنت نہیں ہوتی اور کبھی سنت الگ ہوجاتی ہے، وہ حدیث نہیں ہوتی، اور کبھی دونوں جمع ہوجاتے ہیں‘ وہ حدیث بھی ہوتی ہے اورسنت بھی۔

اٹھانویں فیصد حدیثیں ہیں جو سنتیں بھی ہیں، صرف ایک فیصد ایسی حدیثیں ہیں جو سنت نہیں، اور ایک فیصد خلفائے راشدین کی وہ باتیں ہیں جن کو لینا ضروری ہے اور وہ حدیث نہیں‘ صرف سنت ہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۶۵ ج۱)

سنت کی اتباع کا حکم ہے حدیث کا نہیں

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم فرماتے ہیں:

ایک چیلنج دیتا ہوں اور قیامت کی صبح تک دیتا ہوں کہ کوئی ایسی حدیث لاؤ چاہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو کہ نبی ﷺ نے حدیث کو مظبوط پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ حدیثیں یاد کرنے اور

ان کو روایت کرنے کے فضائل آئے ہیں، مگر ایسی ایک حدیث بھی نہیں ہے جس میں حدیث کو مظبوط پکڑنے کا حکم دیا ہو، تمام حدیثوں میں سنت ہی کو مظبوط پکڑنے کا حکم دیا ہے۔(علمی خطبات ص۱۰۴ج۱)

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یقیناً آپ ﷺ کے مبارک کام بھی ان دو حصوں میں تقسیم ہیں کچھ کام آپ عادۃً فرماتے تھے اور کچھ کام ضرورۃً فرماتے تھے۔اب ان دونوں میں سے ہم نے تابعداری کن کاموں کی کرنی ہے؟ فرمایا:"علیکم بسنّتی" وہ جو میں عادتاً کام کرتا ہوں ان کی تابعداری کرو! اب حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی، سنت والے کام بھی اور عادت والے کام بھی، اب جس میں دو چیزیں آجائیں ہمیں حکم ہے:"علیکم بسنّتی" آپ ﷺ کی عادت کا اتباع کرنا ہے آپ ﷺ کی مبارک عادت کو ہم نے بھی عادت بنانا ہے اور اپنانا ہے۔(حدیث اور سنت کا فرق، ص:۷)

سنت کی اتباع کا حکم

(۱)......عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(رواہ احمد وابو داؤد و الترمذی و ابن ماجۃ ،مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ:......تم پر میری سنت کی اتباع اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کی اتباع لازم ہے، اسی پر بھروسہ کرنا اور اسی کو مظبوطی سے پکڑے رہنا۔(الرفیق الفصیح ص۳۰۹ج۳)

(۲)......مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ۔

(رواہ البیہقی فی کتاب الزہد، مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ:......جو شخص میری امت کے بگاڑ کے زمانہ میں میری سنت پر سختی سے عمل پیرا ہوگا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (الرفیق الفصیح ص۳۳۳ ج۳)

(۳)......مَنْ اَكَلَ طَيِّباً وَ عَمِلَ فِىْ سُنَّةٍ ، وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(رواه الترمذى، مشكوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ:......جس نے پاکیزہ چیز کھائی اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الرفیق الفصیح ص۳۳۷ ج۳)

(۴)......تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔

(رواه فى الموطا، مشكوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ:......میں تمہارے لئے ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں چیزوں کو پکڑے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے، اور وہ چیزیں اللہ تعالی کی کتاب اور اللہ تعالی کے رسول کی سنت ہے۔ (الرفیق الفصیح ص۳۵۰ ج۳)

(۵)......مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ۔ (رواه احمد، مشكوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ:......جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو (اللہ تعالی کی جانب سے) اسی جیسی کوئی سنت اٹھالی جاتی ہے، تو سنت کو پکڑنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

(۶)......عن انس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يَا بُنَىَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِىَ وَ لَيْسَ فِىْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَىَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِىْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِىْ فَقَدْ اَحَبَّنِىْ ، وَمَنْ اَحَبَّنِىْ كَانَ مَعِىَ فِى الْجَنَّةِ۔

(رواه الترمذى ، مشكوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: اے میرے بیٹے! اگر تجھ کو اس بات پر قدرت ہو کہ تیری صبح اور شام اس طرح گذرے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو تو اسی طرح کرلو، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔(الرفیق الفصیح ص۳۲۹ ج۳)

(۷)......مَنْ اَحْیَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ ، فَاِنَّ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَئیًا۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجة، مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......جس نے میری اس سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد ترک کردی گئی ہو تو اس کے لئے یقیناً اتنا ثواب ہے جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا، بغیر ان کے ثواب میں سے کچھ کمی کئے ہوئے۔(الرفیق الفصیح ص۳۱۶ ج۳)

(۸)......قال صلی اللہ علیہ وسلم : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُدْخِلُ الْعَبْدَ الْجَنَّةَ بِالسُّنَّةِ تَمَسَّکَ بِهَا۔(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ص۲۶۷ ج۲/الباب الاوّل)

ترجمہ:......حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالی بندوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کے سنت کو مضبوط پکڑنے کی وجہ سے۔(حقوق مصطفی ﷺ ص۸۱)

(۹)......فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّی۔(مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔(متفق علیہ)

(الرفیق الفصیح ص۲۶۷ ج۳)

(۱۰)......كَتَبَ عمرُ بن الخطّابِ رضی الله عنه اِلٰی عُمَّالِهٖ : بِتَعَلُّمِ السُّنَّةِ ، وَقَالَ : فَاِنَّ اَصْحَابَ السُّنَنِ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ۔

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ: سنت کا علم حاصل کرو.....اس لئے کہ سنتوں سے واقفیت رکھنے والے ہی کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

(۱۱)......عن علیٍّ رضی الله عنه : اَلَا اِنِّی لَسْتُ بِنَبِیٍّ ، وَلَا یُوْحٰی اِلَیَّ ، وَلٰكِنْ اَعْمَلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وُسنَّةِ نَبِيِّهٖ محمد مَا اسْتَطَعْتُ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: بیشک میں نہ نبی ہوں، نہ میرے پاس وحی آتی ہے، لیکن میں کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہوں، جتنی طاقت رکھتا ہوں۔

(۱۲)......وكان ابن مسعود رضی الله عنه يقول : اَلْقَصْدُ فِی السَّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِی الْبِدْعَةِ۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: سنت کے مطابق میانہ روی سے عمل کرنا بدعت میں کوشش ومجاہدہ کرنے سے بہتر ہے۔

(۱۳)......قال ابی ابن كعب رضی الله عنه : عَلَيْكُمْ بِالسَّبِيْلِ وَالسُّنَّةِ۔

ترجمہ:......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: راہ حق اور سنت کو لازم پکڑو۔

(۱۴)...... قال الحسن رضی الله عنه : عَمَلٌ قَلِيْلٌ فِیْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ كَثِيْرٍ فِی بِدْعَةٍ۔

ترجمہ:......حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل بدعت کے مطابق کثیر عمل سے بہتر ہے۔

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى ص۲۶۶ تا۲۶۹ ج۲/الباب الاول)

چند مثالیں: حدیث ہیں مگر سنت نہیں

وضو کے بعد بیوی کا بوسہ لینا حدیث ہے سنت نہیں

(۱)......حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کے بعد اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لیا۔

(ترمذی، باب ترک الوضوء من القبلة ، کتاب الطهارة)

ظاہر ہے یہ بوسہ لینا حدیث ہے مگر سنت نہیں کہ ہمیشہ آپ ﷺ وضو فرما کر اپنی بیوی کا بوسہ لیا کرتے ہوں۔

روزہ کی حالت میں بوسہ لینا' حدیث ہے سنت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ رمضان کے مہینہ میں بوسہ لیا کرتے تھے۔(ترمذی، باب ما جاء فی القبلة للصّائم ، کتاب الصوم)

روزہ کی حالت میں بیوی کو ساتھ لٹانا' حدیث ہے سنت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں مجھے اپنے ساتھ لٹاتے تھے،اور آپ ﷺ اپنی خواہش پر نہایت قابو یافتہ تھے۔

(ترمذی، باب ما جاء فی مباشرة الصّائم ، کتاب الصوم)

تشریح:......حضور ﷺ کا یہ عمل بیان جواز کے لئے تھا، یعنی مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا، سنت نہیں تھا کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آخری جملہ سے یہی بات سمجھائی ہے۔(تحفة الالمعی ص۱۰۳ج۳)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک سوال کا عجیب جواب

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے ، ایک سیب ہاتھ میں ہے

رمضان کا مہینہ ہے اور روزہ رکھا ہوا ہے، آ کر عرض کیا: حضرت! اگر روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار کرلیا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ حضرت ﷺ یوں بھی فرما سکتے تھے: ٹوٹ جاتا ہے اور یوں بھی فرما سکتے تھے نہیں۔ لیکن دیکھا کہ یہ صحابی تو مجتہد ہے، اس کو تو اجتہاد سکھانا چاہیئے، آپ ﷺ نے پوچھا: ہاتھ میں کیا ہے؟ فرمایا: سیب! آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا مجھے دو! آپ ﷺ نے سیب لے کر مبارک ہونٹوں پر رکھ لیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: عمر! کیا میرا روزہ ٹوٹ گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: ایسے تو نہیں بلکہ کھانے سے ٹوٹے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو مسئلہ آپ نے پوچھا ہے وہ سمجھ میں آ گیا یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ: سمجھ میں آ گیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سبق پڑھا رہے تھے، برقعے میں ایک عورت آئی، اس نے ایک سیب اور ایک چھری امام صاحب رحمہ اللہ کو دی، طلبہ خوش ہوئے کہ بہت ہی نیک عورت ہے سیب تو لائی ساتھ چھری بھی لے آئی تا کہ ہمیں تلاش نہ کرنی پڑے، امام صاحب رحمہ اللہ نے سیب کاٹا اس کا اندر کا جو حصہ تھا وہ باہر نکال کر چھری اور سیب عورت کو واپس کر دیا، اب شاگرد امام صاحب رحمہ اللہ کو حدیث سنا رہے ہیں کہ حدیث میں تو آتا ہے کہ ہدیہ قبول کر لینا چاہیئے، اگر آپ کو ضرورت نہیں تھی تو ہمیں دیدیتے، امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ تو مسئلہ پوچھنے آئی تھی۔ اب یہ حیران کہ مسئلہ کون سا پوچھ کر گئی ہے؟ فرمایا: سیب کے باہر کئی رنگ ہوتے ہیں، کہیں مٹیالہ' کہیں مہندی کا رنگ' کہیں سبز' کہیں سرخ، عورت جب ناپاک ہوتی ہے تو خون کئی رنگ بدلتا رہتا ہے، وہ یہ مسئلہ پوچھنے آئی تھی

کہ کونسا رنگ ناپاکی کا ہے اور کون سا پاکی کا؟ کہ کب نماز شروع کی جائے؟ اگر چہ سیب کے باہر بہت سے رنگ ہوتے ہیں، لیکن اس کو کاٹیں تو اندر ایک ہی سفید رنگ ہے، اور کوئی رنگ نہیں، تو میں نے کاٹ کر وہ حصہ باہر کی طرف کر کے اس کو دے دیا کہ سوائے سفید کے سارے رنگ ناپاکی کے ہیں۔

وہ خیر القرون کا زمانہ تھا اندازہ کرو کہ عورت کو بھی اللہ تعالی نے کیسا دماغ دیا تھا کہ کس طرح مسئلہ پوچھا اور امام صاحب رحمہ اللہ نے بھی کس انداز میں مسئلہ سمجھایا۔

(حدیث اور سنت کا فرق:ص۹)

آپ ﷺ کا کھڑے ہوکر پیشاب فرمانا حدیث ہے مگر سنت نہیں

(۲)......دوسری مثال: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: نبی ﷺ ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا، پھر پانی منگوایا، میں آپ ﷺ کے پاس پانی لے کر آیا، پس آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

(بخاری، باب البول قائما و قاعدا ، کتاب الوضوء)

تشریح:......نبی ﷺ نے جو کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا ہے، بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ جگہ گندی تھی' کپڑے خراب ہونے کا اندیشہ تھا' اس لئے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا۔اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھٹنے میں تکلیف تھی، بیٹھنا دشوار تھا اس لئے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ کمر میں تکلیف تھی جس کا علاج عربوں کے نزدیک کھڑے ہوکر پیشاب کرنا تھا، مگر صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ عمل بیان جواز کے لئے کیا تھا، یعنی مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا، اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی رکھ کر جانے لگے

تو آپ ﷺ نے ان کو روک لیا تھا تاکہ آپ ﷺ کا یہ عمل ان کے علم میں آئے اور امت تک وہ اس عمل کو پہنچا ئیں ،اگر کسی مجبوری میں آپ ﷺ نے ایسا کیا ہوتا تو اس سے امت کو واقف کرانا ضروری نہیں تھا۔

نبی ﷺ کبھی بیان جواز کے لئے خلاف اولی کام کرتے تھے،اوروہ نبی کے حق میں خلاف اولی نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تشریع کے لئے ہوتا ہے،مگر وہ سنت نہیں ہوتا۔

(تحفۃ القاری ص۵۵۸ ج۱)

جوتا پہن کر نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں

(۳)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ جوتے میں نماز پڑھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔

(بخاری شریف، کتاب الصلوۃ ، ابواب ثیاب المصلی ، باب الصلوۃ فی النعال)

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم فرماتے ہیں: آنحضور ﷺ اور صحابہ سے چپل پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے،مگر میری نظر سے کوئی روایت ایسی نہیں گذری جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضور ﷺ اور صحابہ مسجد میں جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے، غالبًا یہ واقعات میدان جنگ کے ہیں ، میدان جنگ میں نماز کے لئے وقت تھوڑا ہوتا ہے اور جس حال میں ہوں اسی حال میں نماز پڑھ لینی ہوتی ہے۔ (تحفۃ القاری ص۲۱۹ ج۲)

جوتا پہن کر نماز پڑھنا حدیث میں ہے مگر سنت نہیں۔بعض حضرات بخاری' بخاری' بہت کرتے ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ''بخاری شریف'' میں جوتا نہ پہن کر نماز پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں ہے، تو جو لوگ جوتا اتار کر نماز پڑھتے ہیں ،کیا وہ ''بخاری شریف'' اور حدیث پر عمل پیرا نہیں؟ اور کیا وہ حدیث کے مخالف ہیں؟

آپ ﷺ کا منبر پر نماز پڑھنا حدیث ہے مگر سنت نہیں

(۴)......ابو حازم بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں: چند لوگ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، وہ منبر رسول میں بحث کر رہے تھے کہ اس کی لکڑی کس درخت کی تھی؟ انہوں نے اس سلسلہ میں آپ سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا: بخدا میں جانتا ہوں کہ منبر کس لکڑی کا تھا اور میں نے اس کو پہلے ہی دن سے دیکھا ہے جب وہ تیار کر کے مسجد میں رکھا گیا، اور پہلے پہل نبی ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوئے اس کو بھی میں جانتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی فلاں عورت کے پاس پیغام بھیجا جس کا حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے نام لیا تھا (مگر ابو حازم رحمہ اللہ بھول گئے) اور کہلا بھیجا کہ اپنے بڑھئی (لکڑی کا کام کرنے والے) غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لئے چند ایسی لکڑیاں (درجے) تیار کرے جن پر بیٹھ کر میں خطاب کروں، اس عورت نے اپنے غلام کو اس کا حکم دیا، پس اس نے غابہ مقام کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر بنایا، پھر وہ غلام اس کو عورت کے پاس لایا، پس اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، پس آپ ﷺ نے اس کو مسجد میں رکھنے کا حکم دیا، پس وہ یہاں رکھا گیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور تکبیر کہی، درانحالیکہ آپ ﷺ منبر پر تھے، پھر منبر پر ہی رکوع کیا، پھر الٹے پاؤں منبر سے اتر آئے (تاکہ قبلہ سے انحراف نہ ہو) اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا، پھر واپس منبر پر تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! میں نے یہ عمل اس لئے کیا ہے تاکہ میری اقتدا کرو، اور تاکہ تم میری نماز سیکھو۔ (تحفۃ القاری ص ۲۳۷ ج ۳)

تشریح:......منبر غابہ نامی جگہ کے جھاؤ کے درخت کا تھا اور عائشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے

آزاد کردہ غلام میمون نجار (رحمہ اللہ) نے بنایا تھا، اس میں تین درجے تھے۔

آپ ﷺ کا اس طرح منبر پر نماز پڑھنا یہ حدیث ہے سنت نہیں۔

بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں

(۵)......حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے رہتے تھے۔ ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ: پھر سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔ (بخاری، باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه فى الصلوة ، ابواب سترة المصلى)

تشریح:......اس طرح نماز پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ کیا اس بچی کو دس منٹ کے لئے رکھنے والا کوئی نہیں تھا؟ آنحضور ﷺ کے نو گھر تھے اور تمام مسلمان شمع نبوت کے پروانے تھے، اس لئے ایسا سمجھنا نادانی ہے۔ آپ ﷺ نے بالقصد یہ عمل کیا تھا اور مسئلہ کی وضاحت کے لئے کیا تھا، اور یہ زندگی میں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، بعض مرتبہ آدمی ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں خطرہ ہوتا ہے، درندہ بچے کو پھاڑ کھائے گا یا اغواء کرنے والا اچک لے جائے گا، ایسی صورت میں آدمی کیا کرے؟ کیا نماز قضا کرے؟ نہیں بچہ کو اٹھا کر نماز پڑھے اور کبھی بچہ بدک جاتا ہے، ماں سے جدا نہیں ہوتا، اور گھر میں کوئی دوسرا رکھنے والا نہیں، ایسی صورت میں ماں بچہ کو اٹھا کر نماز پڑھے گی، نماز قضا نہیں کرے گی، مگر شرط یہ ہے کہ بچہ کا بدن اور کپڑے پاک ہوں۔ غرض آپ ﷺ نے مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ عمل کیا ہے، پس یہ حدیث ہے سنت نہیں۔ (تحفۃ القاری ص۲۷۳ ج۲)

مسجد میں بچوں کو لانا حدیث ہے سنت نہیں

(۶)......حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم فرماتے ہیں:

بعض لوگ ناسمجھ بچوں کومسجد میں لے آتے ہیں، اورمسجد میں لاکران کوچھوڑ دیتے ہیں، وہ صفوں میں یہاں وہاں دوڑتے پھرتے ہیں اورلوگوں کی نمازخراب کرتے ہیں، ان سے کچھ کہا جائے تو فوراًیہ حدیث پیش کرتے ہیں (کہ آپ ﷺ نے بچی کو گود میں لے کرنماز پڑھی) میں ان سے کہتا ہوں اگرآپ کوحدیث پرعمل کرنا ہےتو بچہ کوگود میں لے کر نماز پڑھو، اس کومسجد میں کیوں چھوڑ دیتے ہو؟ اور''ابن ماجہ'' میں حدیث ہے:''جنبوا صبیانکم مساجدکم''اپنی مسجدوں کواپنے (ناسمجھ) بچوں سے بچاؤ، جب تک بچے پاکی ناپاکی نہ سمجھیں اورمسجد کا احترام نہ جانیں بچوں کومسجد میں نہیں لانا چاہئے، یہی سنت ہے اور مذکورہ واقعہ صرف حدیث ہے جومسئلہ کی وضاحت کے لئے ہے۔

(تحفۃ القاری ص۳۷۳ ج۲)

ایک کپڑے میں نماز پڑھنا حدیث ہےسنت نہیں

(۷)......امام بخاری رحمہ اللہ نے''ابواب ثیاب المصلی''کےعنوان سےمختلف ابواب قائم کئے ہیں، اوران میں کئی احادیث نقل فرمائی ہیں، ان میں ایک باب ہے:''باب الصلاۃ فی الثوب الواحد''اس میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت لائے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔

پھرامام بخاری رحمہ اللہ نے چندابواب کے بعدایک اور باب قائم کیا کہ''باب الصلاۃ فی القمیص والسَّراویل والتُّبَّانِ والقباءِ''یعنی کرتہ، شلوار، جانگیا اور چوغہ پہن کرنماز پڑھنا۔اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ: ایک شخص نبی ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اوراس نے آپ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا: آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہرایک دوکپڑے پاتا ہے؟ پھر

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (دور فاروقی میں) اس سلسلہ میں پوچھا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ نے کشادگی کی ہے تو تم بھی کشادگی کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے ایک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے، مگر یہ سنت نہیں۔

''مشکوۃ شریف'' (حدیث نمبر:۷۷۱) میں ہے کہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے تلامذہ سے بیان کیا کہ: ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے، ہم لوگ نبی ﷺ کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے اور ہمارا یہ عمل برا نہیں سمجھا جاتا تھا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: یہ حکم اس صورت میں ہے جب کپڑے کم ہوں'' فاما اذا وسّع الله فالصلاة فی الثوبین ازکی '' اب جب اللہ نے کشادگی فرمادی تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور نو شکلیں بتلائیں...... گویا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو ایک کپڑے میں نماز کو سنت کہا وہ سنت نہیں، بلکہ مجبوری کا حکم ہے، اور مجبوری میں ایک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔ سنت ﴿ خذوا زینتکم عند کل مسجد ﴾ ہے یعنی مزین ہو کر نماز پڑھنا، اور تزئین کے لئے ایک سے زیادہ کپڑے ضروری ہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۱۷۹ ج ۲)

عیدگاہ میں قربانی کرنا حدیث ہے سنت نہیں

(۸)......امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب العیدین '' میں ایک باب قائم کیا ہے: '' باب النّحر والذّبح یوم النحر بالمصلّی '' عید کے دن عیدگاہ میں اونٹ نحر کرنا یا گائے اور بکری ذبح کرنا۔ اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ: آپ ﷺ

نے عیدگاہ میں قربانی فرمائی۔

ایک مرتبہ جب نبی ﷺ عیدالاضحیٰ کے خطبہ سے فارغ ہوئے تو مینڈھا لایا گیا، آپ ﷺ نے سب کے سامنے اس کی قربانی فرمائی تا کہ لوگوں کو ترغیب ہو اس لئے کہ انسانوں کا حال یہ ہے کہ جو بڑے کرتے ہیں وہی چھوٹے کرتے ہیں ''الناس علی دین ملوکھم'' لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ آپ ﷺ کس طرح جانور کو لٹا رہے ہیں؟ کہاں پیر رکھ رہے ہیں؟ ذبح کے وقت کیا پڑھ رہے ہیں؟ یہ سب باتیں بھی لوگ سیکھیں گے، اس لئے بھی آپ ﷺ عیدگاہ میں سب لوگوں کے سامنے قربانی فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کے زمانے میں باقاعدہ عیدگاہ بنی ہوئی نہیں تھی، میدان میں آپ ﷺ عید پڑھاتے تھے، اس لئے کوئی تلویث (آلودگی، ناپاکی) نہیں تھی، اب عیدگاہیں بن گئی ہیں، ان میں قربانی کرنا ٹھیک نہیں۔ (تحفۃ القاری ص۳۰۶ ج۳)

تین قسم کی روایتیں حدیث ہیں سنت نہیں

تین قسم کی روایتیں ایسی ہیں جو صرف حدیث ہیں سنت نہیں: پہلی: وہ حدیثیں جو منسوخ ہیں۔ دوسری: وہ حدیثیں جو خصوصیات میں سے ہیں، تیسری: آپ ﷺ نے بعض افعال مصلحتاً کئے ہیں۔

پہلی قسم: منسوخ، اور اس کی تین مثالیں

مامست النار سے وضو کا حکم حدیث میں ہے مگر وہ منسوخ ہے

پہلی مثال:...... جو حدیثیں منسوخ ہوگئیں، وہ سنت نہیں، جیسے: مامست النار سے وضو کا حکم حدیث میں ہے مگر وہ منسوخ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو باب ساتھ میں قائم کئے ہیں: ایک ''باب الوضوء مما غیرت النار'' اور دوسرا ''باب فی ترک الوضوء مما غیرت النار'' پہلے باب میں یہ حدیث لائے ہیں: ''الوضوء مما مست النّار ولو من ثور اَقط'' یعنی آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ضروری ہے، چاہے وہ سوکھے ہوئے دودھ کا ٹکڑا ہو۔ اور دوسرے باب میں یہ روایت نقل کی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ ایک انصاری عورت کے گھر تشریف لے گئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ اس انصاری خاتون کے گھر پہنچے، اس خاتون نے آپ ﷺ کے لئے بکری ذبح کی آپ ﷺ نے تناول فرمایا، پھر اس عورت نے تازہ کھجوروں کی ایک تھال آپ ﷺ کے روبرو پیش کی، پس آپ ﷺ نے اس میں سے (بھی) کھایا، پھر آپ ﷺ نے وضو کر کے ظہر پڑھی پھر آپ ﷺ لوٹ آئے، تو اس خاتون نے بکری کا باقی ماندہ جو تفکہ (پھل کھانا۔ میوہ کھانا۔ لطف۔ مزہ) کے طور پر کھایا جاتا ہے پیش کیا، آپ ﷺ نے

تناول فرمایا، پھر آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ باب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں: ''وھذا آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، وکان ھذا الحدیث ' ناسخ للحدیث الاول''۔

اور ''ابوداؤد شریف'' (۱/۲۵) میں تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: '' آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار''۔

(تحفۃ الالمعی ص ۳۲۵ ج۱)

نماز میں بات کرنا جائز تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا

دوسری مثال:......ابتدا میں نماز میں بات کرنا جائز تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

''تحفۃ القاری'' میں ہے:

احناف اور امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں کلام کی مطلق گنجائش نہیں۔

پہلی حدیث:......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ فرماتے ہیں: حبشہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے نبی ﷺ نماز میں سلام کا جواب دیتے تھے، پھر جب میں حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا اور ایک موقعہ پر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پریشان ہوگئے، وہ سمجھے نبی ﷺ ان سے ناراض ہوگئے ہیں، پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جواب دیا اور فرمایا: اللہ تعالی جو چاہتے ہیں اپنے دین میں احکام بھیجتے ہیں، تمہارے حبشہ جانے کے بعد اللہ نے جو احکام بھیجے ہیں ان میں یہ بھی حکم ہے کہ تم نماز میں بات نہ کرو (ابوداؤد، مشکوۃ، حدیث نمبر: ۹۸۹) اور یہاں حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انّ فی الصّلاۃ شُغُلًا'' نماز میں مشغولیت ہے، اس لئے

جواب دینے کی گنجائش نہیں۔

دوسری حدیث:...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ہے: وہ کہتے ہیں: ہم نماز میں آنحضور ﷺ کے پیچھے بوقت ضرورت بات کرتے تھے، یہاں تک کہ آیت ﴿ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ﴾ نازل ہوئی، پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، اور بات کرنے سے روک دیا گیا۔ (بخاری، باب ما ینھی من الکلام فی الصلاۃ ، کتاب الصلاۃ)

تیسری حدیث:...... ''مسلم شریف'' (مشکوۃ، حدیث:۹۷۹، باب مالا یجوز) میں ہے: وہ سب سے زیادہ واضح ہے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ اس کو نہیں لائے، حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جماعت میں ایک شخص نے چھینکا، معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''یرحمک اللہ'' کہہ کر تشمیت کی، لوگوں نے ان کو گھورا، وہ نماز میں بولے: مجھے کیوں گھورتے ہو! صحابہ رضی اللہ عنہ نے رانوں پر ہاتھ مارے تو وہ خاموش ہو گئے، نماز کے بعد آنحضور ﷺ نے ان کو مسئلہ سمجھایا: '' ان ھذہ الصّلاۃ لا یصلح فیھا شئی من کلام النّاس، انّما ھی التّسبیح والتّکبیر وقراءۃ القرآن '' نماز میں انسانی کلام کی مطلق گنجائش نہیں، نماز تسبیح، تکبیر اور قراءت قرآن ہی ہے۔ (تحفۃ القاری ص۵۲۱، ج۳)

((اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون)) حدیث ہے مگر منسوخ ہے

تیسری مثال:...... امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں، یہ حکم حدیث میں ہے: اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون ۔ (بخاری، باب انّما جعل الامام لِیُوتمّ به) مگر بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اور نسخ کی دلیل خود امام بخاری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا آخری عمل کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اقتدا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی،

قال ابو عبد اللہ : قال الحمیدی : قولہ '' واذا صلی جالسا فصلوا جالسا '' ھو فی

مرضه القديم، ثم صلى بعد ذلك النبى صلى الله عليه وسلم جالسا والناس خلفه قيام لم يامرهم بالقعود، وانما يوخذ بالآخر، فالآخر من فعل النبى صلى الله عليه وسلم۔

اس سلسلہ میں آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ میں دو واقعے ہیں:

پہلا واقعہ......سنہ ۵ ہجری میں نبی ﷺ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، اچانک گھوڑا ابدکا اور ایک کھجور کے درخت کے قریب سے گذرا، آپ ﷺ کا پاؤں درخت سے رگڑ کھا گیا اور آپ ﷺ گھوڑے پر سے گر پڑے، آپ ﷺ نے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ پر جو بالا خانہ تھا اس میں گذارے، ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم عیادت کے لئے آئے، اتفاق سے اس وقت آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے، ان حضرات نے موقع غنیمت جان کر آپ ﷺ کی اقتدا کی، اور کھڑے ہو کر اقتدا کی، آپ ﷺ نے ان کو اشارے سے بٹھا دیا، اور نماز کے بعد فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

دوسرا واقعہ......آپ ﷺ کے مرض وفات کا ہے۔ مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے، ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے تشریف لے آئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے، نبی ﷺ نے اشارہ بھی کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، مگر انہوں نے ہمت نہ کی، آپ ﷺ کو امام کی بائیں جانب بٹھا دیا گیا، اور آپ ﷺ نے نماز پڑھانی شروع کی، آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تمام مقتدی کھڑے ہو کر اقتدا کر رہے تھے۔

جمہور کے نزدیک اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر اقتدا کریں، آپ ﷺ کا آخری عمل ان کی دلیل ہے۔ اور حدیث: ''اذا صلّی جالسا فصلّوا جلوسا اجمعون'' کو جمہور منسوخ مانتے ہیں۔ مرض وفات والا واقعہ ناسخ ہے، اس لئے کہ وہ بعد کا واقعہ ہے۔ (تحفۃ القاری ص۵۴۹ ج۲)

حدیثوں میں نسخ کا علم تین طرح سے ہوگا

حدیثوں میں نسخ کا علم تین طرح سے ہوگا:

پہلا: ...... یہ کہ نسخ کی صراحت کردی جائے، جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ''ما مست النار'' کے سلسلہ میں فرمایا: ''آخر الامرین من رسول الله صلی الله علیه وسلم ترک الوضوء مما غیّرت النّار''۔ (دیکھئے! صفحہ:۱۰۹)

دوسرا: ...... قرینہ سے معلوم ہوگا، جیسے آنحضرت ﷺ کا ارشاد:

کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی زیارة القبور ، کتاب الجنائز)

میں نے تمہیں قبرستان جانے سے روکا تھا، اب قبرستان جایا کرو۔

اس حدیث میں قرینہ ہے کہ قبرستان جانے کی ممانعت دور اول میں تھی، بعد میں اجازت ہوگئی، پس جواز کی روایات سنت ہیں اور ممانعت کی روایتیں صرف حدیث ہیں۔

(تحفۃ القاری ص۵۵ ج۱۔ تحفۃ الالمعی ص۴۶۶ ج۳)

تیسرا: ...... تقدیم و تاخیر سے، اس میں دو صورتیں ہیں: تقدیم و تاخیر میں اتفاق ہوجائے جیسا کہ دو حدیثیں ہیں: اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ۔

(ترمذی، باب ما جاء ان الماء من الماء ، کتاب الطهارة)

اور:اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ ۔(ترمذی، باب ما جاء اذا التقى الختانان وجب الغسل ، كتاب الطهارة)۔(تفصیل کے لئے دیکھئے!تحفۃ الالمعی ص۳۷۸ج۱)

پہلی حدیث کا مدعی یہ ہے کہ اگر میاں بیوی صحبت کریں اور انزال ہو جائے تو غسل واجب ہوگا اور اگر انزال سے پہلے مجامعت ختم کردیں تو غسل واجب نہیں ہوگا، اور دوسری حدیث کا مدعی یہ ہے کہ جب صحبت شروع کردی اور مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں چلی گئی تو دونوں پر غسل واجب ہوگیا، انزال ہو یا نہ ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں کون سی حدیث مقدم ہے اور کون سی مؤخر؟ اس کی کوئی صراحت نہیں، نہ کوئی قرینہ ہے، اس لئے دور اول میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ میں اختلاف رہا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اکسال کی صورت میں عدم غسل کا فتوی دیتے تھے اور بعض وجوب غسل کا، اور یہ اختلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باقی رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے غور کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ مسئلہ ازواج مطہرات سے پوچھا جائے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، مگر انہوں نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا: میرے ساتھ ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا تو انہوں نے کہا: میرے اور نبی ﷺ کے درمیان ایسی صورت پیش آئی ہے اور ہم نے غسل کیا ہے، جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی ﷺ کا عمل معلوم ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: آج کے بعد اگر کوئی شخص ایسا کرے گا اور غسل نہیں کرے گا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا (تفصیل ''طحاوی شریف'' میں ہے) اس دن سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوگیا کہ اکسال کی صورت میں غسل واجب ہے، اب اس مسئلہ

میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔

نوٹ :......اکسال: باب افعال کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: سست کرنا یعنی جماع شروع کرنے کے بعد کسی وجہ سے عضو میں فتور آجائے اور آدمی انزال کے بغیر جماع چھوڑ دے۔

اور کبھی تقدیم وتاخیر کی تعیین میں مجتہدین رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف ہوجاتا ہے، جیسے رفع یدین اور ترک رفع کی روایات، یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین مسنون ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اعلی درجہ کی صحیح روایتیں موجود ہیں کہ نبی پاک ﷺ ان دونوں موقعوں پر رفع یدین کرتے تھے، اور پانچ روایتیں ایسی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے اختلاف چلا آرہا تھا، وہی اختلاف جب ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے دور تک پہنچا تو امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ رفع کی روایتیں دور اول کی ہیں اور ترک کی بعد کی، اور قرینہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم نے جو آپ ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہوئے تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا، جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں آپ ﷺ کی حیات میں پڑھائی ہیں، پس کیا یہ ممکن ہے کہ آنحضور ﷺ کا آخری عمل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہوتے ہی موقوف کردیں؟ یہ بات ممکن نہیں۔

پس چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کا رفع یدین نہ کرنا دلیل ہے کہ رفع کی روایتیں دور اول کی ہیں اور ترک رفع کی روایتیں بعد کی، اس لئے رفع کی روایتیں منسوخ ہیں اور ترک رفع کی روایتیں ناسخ، اور ناسخ روایتیں ہی سنت اور معمول بہا ہوتی ہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۵۵ ج۱)

دوسری قسم: خصوصیت اوراس کی پانچ مثالیں

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور صحابہ کا صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرنا خصوصیت ہے سنت نہیں

پہلی مثال:......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی، یہ خصوصیت ہے سنت نہیں۔ (تفصیل صفحہ نمبر:۱۱۱ر پر گذر چکی)

آپ ﷺ کا صوم وصال رکھنا خصوصیت ہے، سنت نہیں

دوسری مثال:......صوم وصال سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ اس طرح کے روزے رکھے ہیں۔ (ترمذی، باب ما جاء فی کراھیة الوصال فی الصیام، کتاب الصوم) مگر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

صوم وصال:...... یہ ہے کہ دو یا زیادہ دنوں کے مسلسل روزے رکھے جائیں، رات میں بھی افطار نہ کیا جائے، نبی ﷺ ایسے روزہ رکھتے تھے، آپ ﷺ کا عمل دیکھ کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی صوم وصال رکھا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص۱۵۲ ج۳)

ہر حالت میں قربانی کا وجوب حضور ﷺ کی خصوصیت ہے

تیسری مثال:......قربانی امیر پر واجب ہے غریب پر نہیں، حضور اکرم ﷺ پر ہر حالت میں قربانی ضروری تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے

فرمایا: مجھ پر (ہر حالت میں) قربانی فرض کی گئی ہے (خواہ میں مالی استطاعت رکھوں یا نہ رکھوں) جبکہ تمہارے اوپر اس طرح فرض نہیں ہے (بلکہ ایسی حالت میں فرض ہے جب تم مالی استطاعت رکھو۔ نیز مجھ کو چاشت کی نماز کا حکم (وجوب کے طور پر) دیا گیا ہے، جبکہ تمہیں نہیں دیا گیا ہے (بلکہ اس نماز کو تمہارے لئے صرف سنت قرار دیا گیا ہے)۔

(رواہ دار قطنی، مشکوۃ، باب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ مظاہر حق ص ۳۳۴ ج ۵)

نو ماہ کے بکرے کی قربانی کا جائز ہونا خصوصیت ہے سنت نہیں

چوتھی مثال:......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے لئے نو ماہ کے بکرے کی قربانی کی آپ ﷺ نے اجازت دی، یہ ان کی خصوصیت تھی، حدیث ہے مگر سنت نہیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے عید قربان میں نماز کے بعد خطبہ دیا، پس فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس کی قربانی درست ہوئی، اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس نے نماز سے پہلے قربانی کی اور اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ پس حضرت براء رضی اللہ عنہ کے ماموں ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنی بکری نماز سے پہلے ذبح کر لی اور میں نے خیال کیا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے پسند کیا کہ میری بکری میرے گھر میں ذبح کی جانے والی پہلی بکری ہو، (ایک روایت میں ہے کہ: انہوں نے اپنے پڑوسیوں کا بھی تذکرہ کیا، کہ وہ غریب لوگ ہیں، ان میں قربانی کی استطاعت نہیں، اس لئے میں نے خیال کیا کہ جلدی قربانی کر کے ان کو گوشت پہنچاؤں تا کہ وہ بھی رغبت سے کھائیں) پس میں نے اپنی بکری ذبح کر لی اور نماز میں آنے سے پہلے کھا بھی لی، آپ

ﷺ نے فرمایا: تمہاری بکری گوشت کی بکری ہے، یعنی تمہاری قربانی نہیں ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک عناق (ایک سال سے کم عمر کی بکری) ہے جو مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے، پس کیا وہ میری طرف سے قربانی میں کافی ہوجائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، لیکن آپ کے بعد کسی کی طرف سے کافی نہیں ہوگی۔

(بخاری شریف، باب الاکل یوم النحر، کتاب العیدین۔تحفۃ القاری ص۲۸۴ ج ۳)

آپ ﷺ کا چار سے زائد نکاح فرمانا خصوصیت ہے، سنت نہیں

پانچویں مثال:......آپ ﷺ نے چار سے زائد نکاح فرمائے اور اس کا ذکر حدیث میں ہے، مگر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، اس لئے سنت نہیں، حدیث ہے۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: آپ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، جب تم ان کی میت اٹھاؤ تو زور زور سے حرکت نہ دینا بلکہ آہستہ آہستہ نرمی کے ساتھ جنازہ کو لے کر چلنا، نبی کریم ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔(بخاری، باب کثرۃ النساء، کتاب النکاح۔تفہیم الباری ص۴۲ ج ۳)

اور حدیث شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے نہ اپنا نہ اپنی کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک جبرئیل امین (علیہ السلام) اللہ عزوجل کے پاس سے وحی لے کر میرے پاس نہیں آگئے۔(عیون الاثر ص۳۰۰ ج ۲، سیرۃ المصطفی ﷺ ص۲۸۲ ج ۳)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّـآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ ﴾ یعنی ہم نے حلال کردیا آپ ﷺ کے لئے آپ کی سب موجودہ ازواج کو جن کے مہر آپ نے ادا کردیئے ہیں۔ یہ حکم

بظاہر سبھی مسلمانوں کے لئے عام ہے، مگر اس میں وجہ خصوصیت یہ ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں موجود تھیں اور عام مسلمانوں کے لئے چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں، تو یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ ﷺ کے لئے حلال کر دیا گیا۔ (معارف القرآن ص ۱۸۶ ج ۷، سوارۂ احزاب، آیت نمبر: ۵۰)

تیسری قسم: مصلحت اور اس کی دو مثالیں

آپ ﷺ کا کھڑے ہوکر پیشاب فرمانا مصلحتاً تھا

پہلی مثال:......آپ ﷺ نے بعض کام مصلحت کے لئے کئے' یہ حدیث ہیں مگر سنت نہیں' جیسے آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا، بیان جواز کے لئے یا بیماری کی وجہ سے، یہ مصلحت تھی، عادت شریفہ یہ نہیں تھی۔(تفصیل صفحہ نمبر:۱۰۲؍ پر گذر چکی)

مغرب سے پہلے نفلیں پڑھنا مصلحتاً تھا، سنت نہیں

دوسری مثال:......''بخاری شریف''(کتاب التهجد ، باب۳۵،حدیث۱۱۸۳) میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ''مغرب سے پہلے نفلیں پڑھو، یہ بات دومرتبہ فرمائی، پھر تیسری مرتبہ''لمن شاء''بڑھایا'' یعنی مغرب سے پہلے کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔راوی عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے''لمن شاء''اس لئے بڑھایا کہ لوگ سنت نہ سمجھ لیں:'کَرَاهِیَۃَ اَنْ یَّتَّخِذَھَا النَّاسُ سُنَّۃً' اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنالیں، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے،اورارشاد پاک:''صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ''یہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا،عصر کے فرضوں کے بعد جونفلوں کی ممانعت ہے، وہ غروب شمس تک ممتد ہے، سورج چھپتے ہی کراہیت ختم ہوجاتی ہے،اب کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے،مگر اس وقت میں نفلیں پڑھنا سنت نہیں، رمضان میں دس منٹ کے بعد نماز کھڑی ہوتی ہے، پس کوئی کھجور سے افطار کرکے نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے،لیکن اس کو سنت نہ بنالیا جائے کہ پورے سال دس منٹ کے بعد مغرب کی نماز کھڑی ہو، مغرب کی نماز میں تعجیل

(جلدی کرنا) مطلوب ہے، پس یہ حدیث: صرف حدیث ہے، سنت نہیں۔ نہ نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے کبھی نفلیں پڑھی ہیں اور نہ چاروں خلفاء نے۔

(تحفۃ القاری ص۵۸ ج۱ روص۵۰۴ ج۳)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں کچھ قبائل نے زکوۃ کا انکار کیا، ان کو ''مانعین زکوۃ'' کہتے ہیں۔ مانعین زکوۃ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زکوۃ کا انکار کرتے تھے، بلکہ مانعین زکوۃ کہتے تھے کہ ہم اپنی زکوۃ خود اپنے غریبوں میں تقسیم کریں گے' دارالحکومت کو نہیں بھیجیں گے، یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کچھ اور تھی، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ برابر یہی فرماتے رہے کہ: میں ان سے جنگ کروں گا، مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی، وہ لوگ قائل ہو گئے۔

اب مسئلہ طے ہو گیا کہ جو چیزیں شعائرِ اسلام میں سے ہیں، اگر چہ وہ سنت ہوں، اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت بالاتفاق ان شعائر کو ترک کردیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی، اور ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ شعائرِ اسلام کو قائم کریں، مثلاً:

کسی علاقہ کے لوگ طے کرلیں کہ وہ اذان نہیں دیں گے تو اگر چہ اذان دینا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں، مگر چونکہ اذان شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس لئے ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی اور ان کو اذان دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

یا کسی علاقہ کے مسلمان طے کرلیں کہ وہ اپنے بچوں کا ختنہ نہیں کرائیں گے تو اگر چہ ختنہ کرانا اصح قول کے مطابق سنت ہے، مگر شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس وجہ سے ان کو ختنہ کرانے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہ سب مسائل حضرت ابوبکرؓ کی سنت سے طے ہوئے۔

دوسری سنت:...... آنحضور ﷺ نے اپنے بعد کوئی خلیفہ نامزد نہیں کیا، حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ کی خلافت کے اشارے فرمائے، مگر صراحت نہیں کی، چنانچہ آپ ﷺ کے بعد بالاتفاق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے، لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا، ایک پرچہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا اور بند کر کے لوگوں کے پاس بھیجا اور اس پر بیعت لی، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا وہ بھی آپ کی سنت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنتیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنتیں تو بے شمار ہیں، جن کے ذریعہ آپ نے ملک وملت کی تنظیم کی ہے، جیسے باجماعت تراویح کا نظام بنایا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں باجماعت تراویح کا نظام نہیں تھا، لوگ اپنے طور پر تراویح پڑھتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح چلتا رہا، پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے باقاعدہ جماعت کے ساتھ تراویح کا نظام بنایا اور ملت کو منظّم کیا۔

اسی طرح ایک مجلس کی اور ایک لفظ کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا اور چور دروازہ بند کر دیا، یہ بھی ملت کی تنظیم ہے۔

علاوہ ازیں: عراق جو لڑ کر فتح کیا گیا تھا اس کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں۔ اور ذمیوں پر جزیہ کی شرح مقرر کی۔ یہ سب باتیں ملک کی تنظیم ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو زبردست کام کئے ہیں:

ایک:...... جمعہ کی پہلی اذان بڑھائی۔

دوسرا:......قرآن کو سرکاری ریکارڈ سے نکال کر لوگوں کو سونپ دیا اور امت کو لغت قریش پر جمع کیا۔(تفصیل کے لئے دیکھئے!''تحفۃ القاری''ص۶۲ ج۱/اور''تحفۃ الالمعی''ص۶۱ ج۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی مسلمانوں میں جنگیں شروع ہوئیں، پہلی جنگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس جنگ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج ہاری، اور مال غنیمت اکٹھا ہوا، اور قیدی بھی پکڑے گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی قیدیوں میں تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے مال غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقریر کی کہ: اگر مال غنیمت تقسیم ہوگا تو قیدی بھی غلام' باندی بنائے جائیں گے، پس تم میں سے کون منحوس ہے جو اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی باندی بنائے گا؟ بس سناٹا چھا گیا اور مسئلہ طے ہو گیا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو نہ مال: مال غنیمت ہوگا اور نہ قیدی غلام' باندی بنائے جائیں گے، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

سوال:......حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی کیوں ضروری ہے؟ وہ تو اللہ کے رسول نہیں؟

جواب:...... نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ان کی پیروی دو وجہ سے ضروری ہے:

ایک:......وہ راشد ہوں گے۔ راشد کے معنی ہیں: راہ یاب۔

دوم:......وہ مہدی ہوں گے۔ مہدی کے معنی ہیں: ہدایت مآب، یعنی ہدایت ان کی گھٹی میں پڑی ہوگی۔

آنحضور ﷺ نے یہ دو سندیں ان کو عطا فرمائی ہیں، اس لئے ان کی بات ماننی

ضروری ہے۔اور ائمہ کی تقلید بھی اسی بنیاد پر کی جاتی ہے کہ وہ پورے دین کے جاننے والے ہیں، انہوں نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہی، انہوں نے جو کچھ کہا وہ قرآن وحدیث سے سمجھ کر کہا ہے۔

بہر حال خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی اس لئے کرنی ہے کہ وہ راہ یاب' ہدایت مآب ہوں گے، پھر حضور ﷺ نے تاکید فرمائی: ''تمسّکوا بھا'' مفرد کی ضمیر لائے ہیں، تثنیہ کی ضمیر نہیں لائے، کیونکہ حضور ﷺ کی سنت کو مضبوط پکڑنے میں تو کسی مسلمان کو تردد نہیں ہوسکتا، ہاں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتوں کی پیروی میں اشکال ہوسکتا ہے، اس لئے حضور ﷺ نے تاکید فرمائی: ''تمسّکوا بھا'' اور ضمیر کا مرجع اقرب ہوتا ہے، یعنی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتوں کو مضبوط پکڑو، پھر مزید تاکید فرمائی: ''وعضّوا علیھا بالنّواجِذ'' اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتوں کو ڈاڑھوں سے مظبوط پکڑو، ہاتھوں ہی سے نہیں، ڈاڑھوں سے مظبوط پکڑو۔(تحفۃ القاری از ص۶۰ تا ۶۵)

تتمہ

نوٹ : رسالہ کی تکمیل کے بعد چند باتیں نظر سے گذریں تو ''تتمہ'' کے عنوان سے ان کا اضافہ مناسب سمجھا گیا۔مرغوب

سنت پرعمل کرنے والا ہدایت یافتہ ہے

(۱)......عن ابن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :
اِنَّ لِکُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ، وَلِکُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً ، فَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُهُ اِلٰی سُنَّتِیْ فَقَدِ اهْتَدٰی ، وَمَنْ کَانَتْ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ فَقَدْ هَلَکَ۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص۶۵۱ ج۲ ، رقم الحدیث:۲۴۲۶۔رواہ ابن حبان ص۴۴،مقدمہ رقم الحدیث:۱۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا: ہرعمل کے لئے ایک قوت وہمت ہوتی ہے اور ہر ہمت کے لئے ایک کمزوری ہوتی ہے، پس جس کی کمزوری سنت کی طرف ہو(یعنی کمزوری کے باوجود سنت پرعمل کرتا رہتا ہو اورسنت کو نہ چھوڑتا ہو) تو وہ ہدایت پا گیا، اورجس کی کمزوری سنت کی طرف نہ ہو(یعنی کمزوری کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دے) تو وہ ہلاک ہوگیا۔

سنت کو لازم پکڑو تمہاری حکومت قائم رہے گی

(۲)......کتب عمر رضی الله عنه : الی ابی موسی رضی الله عنه :لا تشتغلوا بالبناء قد کان لکم فی بناء فارس و الرّوم کفایة ، الزموا السنة تبقی لکم الدولة۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص۲۰ج۵ ، تحت رقم الحدیث:۶۲۸۸)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو جو(یمن کے

گورنر تھے) لکھا کہ: تعمیرات میں اپنے کو مشغول نہ کرو، فارس اور روم کی عمارتوں میں تمہارے لئے کافی عبرت ہے، سنت کو لازم پکڑ و تمہاری حکومت قائم رہے گی۔

سنت کا مفہوم

شریعت میں جب سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے: اللہ کے رسول ﷺ کا وہ عمل جس پر آنحضور ﷺ سے مواظبت یا کم از کم اکثر اوقات میں اس کا کرنا ثابت ہو، اور بعد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کو اپنا معمول بنایا ہو، کبھی کبھار یا اتفاقیہ طور پر آپ ﷺ نے اگر کسی کام کو کیا ہے تو اس عمل کو سنت نہیں کہا جاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے........ مگر کوئی عاقل مسلمان کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو سنت نہیں کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں بعض ازواج کو بوسہ لیا...... مگر کسی عاقل سے اس کی توقع نہ رکھیں کہ وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے بوسہ لینے کو سنت کہے گا۔ کبھی کسی عارض کی وجہ سے یا بیان جواز کے لئے آپ ﷺ کوئی کام کرتے تھے، اس کو شرعی سنت نہیں کہا جاتا۔ (دوماہی ''زمزم'' رمضان وشوال ۱۴۲۰ھ، ص ۶۴)

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری رحمہ اللہ سنت کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

سنت صرف رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں بلکہ آپ ﷺ نے خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی سنت فرمایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام سنت کی تعریف میں خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی داخل کرتے ہیں۔ حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’والسنة هی الطريق المسلوک فيشمل ذلک التمسک بما کان عليه هو و خلفائه الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذه السنة الکاملة‘‘۔

(جامع العلوم والحکم ص۱۹۱ ج۱)

یعنی سنت اس راہ کا نام ہے جس پر چلا جائے تو جو اعتقادات و اعمال اور اقوال اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین کے تھے ان سب کو مضبوطی سے تھام لینا یہ سب سنت میں شامل ہوگا اور کمال سنت کا مفہوم یہی ہے۔

اگر خلفائے راشدین نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس کا وجود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا تو مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بھی سنت متبعہ ہے، یعنی اس طریقہ کی بھی پیروی کی جائے گی اور اس کا نام بھی سنت ہوگا۔ ’’فتح الباری‘‘ میں ہے:

’’فان کان من الخلفاء الراشدين فهو سنة متبعة‘‘۔(ص۴۴۰ ج۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ما جاء عن الخلفاء الراشدين فهو من السنة‘‘(ص۲۹۱ ج۲، ایضا)

غرض خلفائے راشدین کا قول وعمل مستقل سنت ہے۔ اور اہل سنت وہی قرار پائے گا جو کامل سنت پر عمل پیرا ہو، یعنی آنحضور اکرم ﷺ کی سنتوں کے ساتھ خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنے والا ہو۔ (ارمغان حق، ص۳۵ ج۱)

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

لفظ سنت کا استعمال

حدیث اپنے عمل کے پہلو سے سنت کہلاتی ہے..... سنت کے لفظی معنی ’’راہ عمل‘‘ کے ہیں۔ اسے واضحہ (شاہراہ) کہا گیا ہے۔

''ایھا الناس قد سنت لکم السنن و فرضت لکم الفرائض وترکتم علی الواضحة''۔(مؤطا امام مالک ص۳۴۹، کتاب الحدود)

حضور کی زبان مبارک سے

جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں۔(صحیح بخاری ص۲ ج ۷)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے طریق کو سنت کے لفظ سے بیان فرمایا ہے، اور یہ بھی بتلایا کہ سنت اس لئے ہے کہ امت کے لئے نمونہ ہو اور وہ اسے سند سمجھیں، جو آپ ﷺ کے طریقے سے منہ پھیرے اور اسے اپنے لئے سند نہ سمجھے وہ آپ ﷺ کی جماعت میں سے نہیں ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے کسی کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے کہا: اے عثمان! کیا تم میری سنت سے ہٹنا چاہتے ہو؟ انہوں کہا: نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول، بلکہ میں آپ کی سنت کا طلب گار ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں سوتا بھی ہوں اور نماز کے لئے جاگتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور انہیں چھوڑتا بھی ہوں۔(سنن ابوداؤد ص۱۳ ۵ ج ۱)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جس نے میری کوئی سنت زندہ کی جو میرے بعد چھوڑ دی گئی ہو تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی ہو، اور جس نے کوئی غلط راہ نکالی جس پر اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی موجود نہیں تو اسے تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے بوجھ میں کوئی کمی

آئے۔(ھذا حدیث حسن، جامع ترمذی ص۹۲ج۲)

اس حدیث میں دین کی فروعی باتوں کو بھی سنت کہا ہے، اور انہیں زندہ رکھنے کی تقلین کی ہے۔

ناممکن ہے کہ کل مسلمان کسی سنت سے نا آشنا رہیں۔امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نعلم ان المسلمین کلھم لا یجھلون السنۃ''۔(کتاب الام ص۲۶۵ج۷)

ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ سارے کے سارے مسلمان کبھی بھی سنت سے نا آشنا نہیں رہ سکتے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم بہت سے اختلافات دیکھو گے اور لوگ نئی نئی باتیں نکالیں گے، تم میں سے جو ان حالات کو پائے اسے چاہئے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم پکڑے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی صرف ان کی خلافت کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ ان کے تعلق بالرسالۃ کی اساس پر تھی، ان کے اعمال اور فیصلوں میں حضور اکرم ﷺ کی تعلیم کی ہی جھلک اور آپ ﷺ کی بعض مجمل ہدایات کی ہی تفصیل اور تعمیل تھی۔

سو آنحضرت ﷺ نے لفظ سنت کے اس استعمال کو صرف خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے لئے ہی خاص نہیں رکھا، اسے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھی نسبت فرمایا،

سنت کی نسبت دوسرے صحابہ کی طرف

آپ ﷺ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک عمل کی اطلاع ملی، آپ ﷺ نے اسے ان الفاظ میں پروانۂ منظوری دیا:

''ان ابن مسعود سن لکم سنة فاستنوا بها''

بیشک ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے ایک سنت قائم کی ہے تم اس پر چلو۔

(المصنف لعبد الرزاق ص۲۲۹ ج۲)

ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ایک عمل کے بارے میں فرمایا:

''ان معاذا سن لکم سنة کذلک فافعلوا''۔(سنن ابی داؤد ص۷۴ ج۱)

بے شک معاذ رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے ایک سنت قائم کر دی ہے، اسی طرح تم اس پر عمل کرو۔

لفظ سنت کا استعمال صحابہ کی زبان سے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:

''ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هذا المتخلف لترکتم سنة نبیکم، ولو ترکتم سنة نبیکم لضلتم''۔(صحیح مسلم ص۲۳۲ ج۱)

اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو جیسا کہ یہ پیچھے رہ جانے والا کر رہا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے، اور تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

حصین بن المنذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: جب ولید کو حد مارنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو میں وہاں موجود تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ: ولید کو کوڑے لگائیں، انہوں نے اپنی بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: وہ کوڑے لگائیں، انہوں نے عذر کیا تو پھر آپ نے عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ ولید پر حد جاری کریں، حضرت عبد للہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کوڑے لگاتے جاتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے، جب چالیس ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے فرمایا: بس یہیں تک، اور فرمایا:

’’جلد النبی صلی الله علیه وسلم اربعین وابو بکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنة‘‘

آنحضرت ﷺ نے (شراب پینے والے پر) چالیس کوڑوں کا حکم فرمایا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑوں کا ہی حکم دیتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑوں کا حکم دیا، اور ان میں سے ہر ایک حکم سنت شمار ہوگا۔ (صحیح مسلم ص۷۲ ج۲)

سنت اور حدیث میں فرق

سنت کا لفظ عمل متوارث پر آتا ہے اس میں نسخ کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔ حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ، مگر سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، سنت ہے ہی وہ جس میں توارث ہو اور تسلسل تعامل ہو۔...... حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے کبھی صحیح، یہ صحت وضعف کا فرق ایک علمی مرتبہ ہے، ایک علمی درجے کی بات ہے، بخلاف سنت کے کہ اس میں ہمیشہ عمل نمایاں رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے مسلک کے لحاظ سے اپنی نسبت ہمیشہ سنت کی طرف کی ہے اور اہل سنت کہلاتے ہیں۔ حدیث کی طرف نسبت ہوئی اس سے ان کا محض ایک علمی تعارف ہوتا رہا ہے، اور اس سے مراد محدثین سمجھے گئے ہیں۔ مسلکا اہل سنت شمار ہوتے ہیں۔ (آثار الحدیث ص۶۲ ج۱)

استنجاء کے بعد وضو کرنا حدیث ہے سنت نہیں

(۳)......عن عائشة قالت : بال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام عمر خلفه بكوزٍ من ماء ، فقال : ما هذا يا عمر ! فقال : هذا ماء تتوضّأ به ، قال : ما اُمرتُ كلّما بُلتُ ان اتوضأ ، ولو فعلتُ لكانت سنّةً۔

(ابوداؤد، باب فی الاستبراء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۴۲۔ابن ماجہ، باب من بال ولم يمس ماء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۳۲۷)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب فرمایا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا پیالہ لے کر کھڑے ہو گئے،تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یہ وضو کے لئے پانی ہے،آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب پیشاب کروں تو وضو بھی کروں،اور اگر میں ایسا کروں تو یہ عمل سنت ہو جائے گا۔

تشریح:......اس حدیث میں بہت واضح طور پر ہے کہ: سنت اور حدیث میں فرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہر وقت پیشاب کے بعد وضو کروں تو یہ عمل سنت ہو جائے گا، حالانکہ حدیث میں ہر وقت با وضو رہنے کے فضائل آئے ہیں، وہ احادیث ہیں سنت نہیں۔

(۴)......عن عائشة رسول الله صلى الله عليه وسلم : كان اذا خرج من الخلاء توضا۔

(مجمع الزوائد ص۳۳۳ ج۱، باب الدوام على الطهارة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۱۲۴۳)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء

سے تشریف لاتے وضو فرماتے۔

(۵)......عن ثوبان قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : استقيموا ولن تُحصوا واعلموا انّ خير اعمالكم الصلوة ، ولا يحافظ على الوضوء الا مؤمن۔

(ابن ماجہ، باب المحافظة على الوضوء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۲۷۷)

ترجمہ:......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ٹھیک ٹھیک چلتے رہو، اور (دیکھو) تم راہ راست پر ٹھیک ٹھیک چلنے کا پورا حق بھی ادا نہیں کرسکو گے (اس لئے لامحالہ اعمال خیر میں سے بہتر سے بہتر اور اپنی طاقت و ہمت کے بقدر اعمال چھانٹنے ہوں گے، اور اس انتخاب کے لئے) اچھی طرح جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے، اور وضو کی پوری پوری نگہداشت بس مؤمن بندہ ہی کرسکتا ہے۔

تشریح:......وضو کی نگہداشت اور اس کے اہتمام میں ہر عضو کو اچھی طرح آداب و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے دھونا بھی شامل ہے، اور اکثر اوقات باوضو رہنا بھی وضو کے اہتمام ہی میں داخل ہے، اور ظاہر ہے کہ بدن کی پاکی کا اس قدر اہتمام وہی کرسکتا ہے جس کی روح بھی پاک اور نور ایمان سے منور ہو۔ (انتخاب الترہیب والترغیب ص۴۳۴ ج۱)

(۶)......يا بنى ! ان استطعت ان لا تزال على الوضوء ، فانه من أتاه الموت وهو على وضوء اعطى الشهادة (عن انس)۔

(مجمع الزوائد ص۳۳۳ ج۱، فضائل الوضوء ، الطهارة ، رقم الحديث:۲۶۰۶۶)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: اے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہا کرو، اس لئے کہ جسے وضو کی حالت میں موت

نصیب ہوتی ہے تو اسے شہادت کی نعمت دی جاتی ہے۔

قبر پر شاخ گاڑنا حدیث ہے سنت نہیں

(۷)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : مرّ النبی صلی الله علیه وسلم بحائط من حیطان المدینة أو مکة ، فسمع صوت انسانین یُعذَّبانِ فی قبورهما ، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : یُعذّبان ، وما یُعذَّبان فی کبیر، ثم قال : بلی ،کان احدُهما لا یستتر من بوله ، وکان الآخر یمشی بِالنَّمیمة ، ثم دعا بجریدةٍ فکسرها کِسُرتین فوضع علی کلّ قبر مّنهما کِسرة ، فقیل له : یا رسول الله ! لِمَ فعلتَ هذا ؟ قال صلی الله علیه وسلم : لعلّه ان یُخفَّف عنهما ما لم یَیْبسا أو الی ان ییبسا۔

(بخاری، باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۲۱٦)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں، جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے، اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیا جارہا ہے، پھر فرمایا: کیوں نہیں، ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغلی کھاتا تھا، پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، اور ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی۔

تشریح:......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس باب میں قول فیصل یہ بیان

فرمایا ہے کہ: حدیث سے ثابت ہونے والی ہر چیز کو اسی حد پر رکھنا چاہئے جس حد تک وہ ثابت ہے، حدیث میں ایک یا دو مرتبہ شاخ گاڑنا تو ثابت ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احیانا ایسا کرنا جائز ہے، وعلیه یحمل قول الشیخ السهارنفوری ،لیکن یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث باب کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے کسی اور شخص کی قبر پر ایسا فرمایا ہو، اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے قبر پر شاخیں گاڑنے کو اپنا معمول بنالیا ہو، یہاں تک کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہم سے بھی جو اس حدیث کے راوی ہیں، یہ منقول نہیں کہ انہوں نے تخفیف عذاب کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہو، اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ عمل اگرچہ جائز ہے، لیکن سنت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں: فالحق ان یعطی کل شیء حقه ولا یجاوز عن حده ، وهو الفقه فی الدین ، والله اعلم بالصواب۔ (درس ترمذی ص۲۸۶ ج۱، باب التشدید فی البول۔ انعام الباری ص۳۴۶ ج۲)

مراجع

نمبر	نام کتاب	مصنف
۱	قرآن کریم	
۲	معارف القرآن............	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ.........
۳	بخاری شریف..........	امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ
۴	ترمذی شریف..........	امام محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذی رحمہ اللہ...........
۵	مشکوۃ شریف..........	شیخ ابو عبداللہ محمد ولی الدین خطیب عمری طبریزی رحمہ اللہ
۶	تحفۃ القاری............	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم
۷	تفہیم البخاری..........	حضرت مولانا ظہور الباری اعظمی مدظلہم............
۸	تحفۃ الالمعی...........	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم
۹	الرفیق الفصیح..........	حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی مدظلہم....
۱۰	الشفا بتعریف حقوق المصطفی.	شیخ القاضی عیاض ابو الفضل عیاض بن موسی رحمہ اللہ.
۱۱	آثار الحدیث...........	حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہم...
۱۲	سیرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم.........	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ
۱۳	حدیث اور سنت کا فرق.....	حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ
۱۴	علمی خطبات.............	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم
۱۵	رسالہ دوماہی ''زمزم''.......	مدیر حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری رحمہ اللہ
۱۶	فیروز اللغات............	حضرت مولانا فیروز الدین صاحب رحمہ اللہ.......